

سَلَامُ الْأُمَمَاتِ إمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

بیتِ نبویؐ، قلوبِ کئی، طہریں کا مَنورہ، آرا کا عمل



مجلد محمد رسول اللہ فیصل آباد

یکٹ زمانہ صُبحتِ بآ اولیا

شمارہ نمبر 15 شعبان المعظم 1436 2015

کلامِ مَنشور کردہ



سُلمانِ نبویؐ، غلامِ محی الدین غزنویؒ حضرت خواجہ

کی تعلیم و تبلیغ مساعی

اطمینانِ قلب

مَنشور کردہ

آرمغانِ عقیدہ

مَنزہی خطبہ

دربار فیضیاریہ نیریا شریف
شرائط کھانہ کھانہ
آزاد کشمیر

غلام محی الدین غزنوی

پیشانی غزنوی
مذہب رکابی

سیر محمد غلام الدین

چیسرین لکھنؤ وی

سیر محمد غلام الدین

نقیب صبح سعادت

محی الدین

شمارہ نمبر 14 - شعبان المعظم 1436ھ 2015ء

فیضانِ نظر
غلام محی الدین غزنوی

زیر سرپرستی
مدیر
مدیر

محکمہ رفقاء

- 02 یک زمانہ صحبت با اولیاء
- 04 کلام مرشد کریم
- 05 حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ
- 08 اطمینان قلب
- 10 سراج امت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- 13 تصرف اولیاء
- 20 خواجہ غزنوی کی تعلیمی و تبلیغی مساعی
- 28 مذہبی خطباء
- 32 ارمغان عقیدت

کپورنگ: محمد عثمان قادری 0322-6092660

جملہ ممبران
رابطہ
فاؤت آرٹسٹ

صدیقہ سلیکشن شریف آباد

جملہ ممبران
رابطہ
فاؤت آرٹسٹ

pdf

ایک زمانہ صحبت با اولیاء

اداریہ

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رحیم و کریم ہم سب کو محبت رسول ﷺ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین
ماہ شعبان المعظم کا ”مجلد محی الدین“ آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ پوری توجہ لگن اور
عقیدت و الفت سے اس کا مطالعہ فرماتے ہیں۔ مجھے اس بات کا اندازہ اُس وقت ہوتا ہے۔ جب
آپ کو مجلہ دیر سے یا نہ ملنے کی صورت میں مجھے بہت سی فون کا لڑ موصول ہوتی ہیں۔
جی ہاں! یہ علم کی جستجو مجھے اور آپ کو منزل محبوب تک پہنچانے میں معاون ہوگی۔
مورخہ 06-07 جون بروز ہفتہ اتوار دربار فیضیہ انہریاں شریف آزاد کشمیر میں غوث
زماں خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک انعقاد پذیر ہو رہا ہے۔ دنیا بھر
سے علماء کرام، مشائخ کرام اور عاشقان رسول ﷺ شریک بزم محبت ہوتے ہیں۔

عرس مبارک کی تقریب سعید میں حاضر ہونے والا

جہاں درس قرآن و حدیث اور ذکر الہی کی مَدَن اور محفلوں سے منور ہوتا ہے۔

جہاں پچھلے گناہوں سے توبہ، اور آئندہ زندگی اطاعت رسول ﷺ گزارنے کے

جذبات نصیب ہوتے ہیں۔

جہاں درس اخلاقیات سے روشنی حاصل کر کے ایک اچھے مسلمان کی طرح زندگی

گزارنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ وہاں ایک اہم نکتہ اور بھی ہے۔ وہ جناب رومی رحمۃ اللہ علیہ نے

بیان فرمایا ہے۔

ایک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ:- اولیاء کرام کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا سو سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے۔ جس میں ریا

کی ذرہ بھر آمیزش نہ ہو۔ اگر تم سنگ مرمر کی طرح سخت پتھر ہو۔ تو صاحب دل تک پہنچنے کے بعد

قیمتی موتی بن جاؤ گے۔

دوسرے مقام پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اپنے شیخ کے وسیلے سے اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ اس کی اطاعت سے کبھی پہلو تہی نہ

کرو۔ کیونکہ شیخ کانٹے کو باغ بنا سکتا ہے۔ اور ہر اندھے کی آنکھ کو روشن کر سکتا ہے۔ اس کا سایہ کوہ

قاف کی طرح زمین پر ہمہ گیر رہتا ہے۔ اس کی روح نہایت بلند پرواز پرندہ ہے۔

دوستو! ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جلوہ افروز تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم مومن کو ہی اپنا ساتھی بناؤ“ ایک صاحب نے پوچھا۔ یا رسول اللہ

ﷺ ہم نہیں کیسے ہونے چاہی۔ اور کن لوگوں کی قربت اختیار کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ جن کی گفتگو سے تمہارے علم

میں اضافہ ہو۔ اور جن کا عمل تم کو آخرت کی یاد دلائے۔

آئیے! اللہ کے مقبول بندوں کی صحبت میں زندگی گزارتے ہیں۔ جو دونوں جہاں کی

سعادت کا سبب ہے۔

محمد عدیل یوسف صدیقی

مدیر اعلیٰ (مجلد محی الدین)

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب (صدر مرکز تحقیق فیصل آباد)

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اضافی بستی مہلن کے ایک معروف زمیندار ملک محمد اکبر خاں رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے میں 1902ء کو پیدا ہوئے۔ خاندان اپنے گرد و نواح میں برتری کی شناخت رکھتا تھا۔ کہ زرعی دوات سے مالا مال تھا۔ زمین کا اندازہ اس بیان سے ہوتا ہے۔

”غزنی و گردیز میں کھیتی باڑی کا اس قدر وسیع رقبہ تھا کہ اگر ایک گھڑ سوار علی الصبح نکلتا تو دوپہر تک بمشکل ہی ساری زمین کا چکر لگا سکتا تھا۔“

جائیداد کی یہ وسعت معاشرتی امتیاز کا ذریعہ تھی مگر قدرت کو تو اس خاندان کی بے پایاں وسعت کا اظہار کرنا تھا۔ وہ کہ اس کو غزنی و گردیز کے جغرافیہ کی حدود سے نکال کر برصغیر بلکہ بیرون برصغیر میں نشر حشرات کا ذریعہ بنانا تھا۔ خواجہ غزنوی ایک تاجر کے روپ میں غزنی سے نکلے تھے اور پنجاب کی سطح مرتفع تک ایک نیک نام تاجر کی حیثیت سے معروف ہو گئے تھے۔ بظاہر یہ تجارتی تنگ و دو تھی مگر قدرت نے ایک اور ہی تجارت کا سامان کر دیا تھا۔ راہ حق کا یہ مسافر ایسی تجارت کی ابتداء کرنے والا تھا۔ جس کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے۔

کہ یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کسی حال میں بھی خسارہ والی نہیں ہے۔ اس تجارت کا مرکز کہاں تھا ابھی مخفی تھا۔ تجارتی سفر جاری تھا کہ ایک قافلے سے ملاقات ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ راہروان شوق ہیں۔ اور ایک صاحب سلوک بزرگ کی حاضری کیلئے جا رہے ہیں۔ فوری تیاری کا امکان نہ تھا اس لئے کچھ رقم قافلہ والوں کے سپرد کر دی گئی۔ کہ نذرانہ ہو جائے۔ وہ لوگ موہڑہ شریف کے مرکز خیبر کا ارادہ باندھے ہوئے تھے۔ حاضر دربار ہوئے اپنے نذرانوں کے ساتھ ایک غیر حاضر عقیدت مند کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ باخبر مرشد نے جوبلا کہا کہ واپس جا کر اس عقیدت مند جوان کو کہہ دینا کہ بابا جی سرکار فرماتے ہیں۔

کلام مرشد کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

در محبوب نہیں ملتا محبت کے بغیر
محبت بھی نہیں ملتی عنایت کے بغیر
لاریب یہی عشق ہے راہبر اپنا
جیتا نہیں دیوانہ معیت کے بغیر
عشاق کبھی شرک گوارہ نہیں کرتے
یہ کیف کسی کو نہیں ملتا وحدت کے بغیر
ہو رسائی تیرے در تک یہی معراج اپنی
کب ملتا ہے جلوہ جاناں سعادت کے بغیر
رہ محبوب میں دیدہ دل کی طہارت لازم
تابانی عشق میسر نہیں لطافت کے بغیر
گرمی عشق سے جل جاتے ہیں حائل پردے
میسر نہیں قرب کسی کو تمازت کے بغیر
اک در یوزہ گر عاشق کی صدا گونجی ہے
جاؤں گا نہ در سے کبھی رویت کے بغیر
توڑ کے پلکوں کی یہ دیوار نکل آئے آنسو
یوں سیل رواں نہیں ہوتا جراحت کے بغیر
صدیقی سنہیل کر قدم رکھنا کوئے جاناں میں
کارواں ڈوبے یہاں اُن کی ہدایت کے بغیر

”بیٹا مجھے تیرے نذرانے کی ضرورت نہیں بلکہ تیری ضرورت ہے۔“

یہ پیغام دعوت تھا جسے ہمہ تجس وجود نے یوں قبول کیا کہ حاضر دربار ہو گئے۔ شرف ملاقات بھی حاصل ہوا بیعت ارادت سے بھی نوازے گئے۔ پھر کیا تھا۔ منزل مرادل گئی تھی۔ اب سفر خیر اپنی منزل کو پا گیا تھا۔ پس غزنوی طالع آزمائے ہڑہ شریف کے فیضان سے یوں سیراب ہوا کہ تجارتی تب و تاب یک گیر و محکم گیر کی اسیر ہو گئی۔ وابستگی کا یہ عالم رہا کہ ہمہ وقت حاضری کو شب و روز کا وظیفہ بنا لیا۔ بارہ سال یونہی گزر گئے کہ متلاشی حق تھا اور جام ظہور تھا۔ یوں سیرابی ہوئی کہ مرشد کریم کی عطاؤں کا مرکز قرار پائے۔ خلافت عطا ہوئی اور تبلیغ حق و صداقت کا اہل قرار دے دیا گیا۔ سوچا گیا کہ اس مرد حق آگاہ کے لئے کوئی زمین سازگار رہے گی۔ یہ فصلہ بھی مرکز عقیدت سے ہی نافذ ہوا۔ بابا جی محمد قاسم موہڑی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو حکم دیا کہ اس سالک قافلے رواں ہوں گے۔ پیر زاہد خان رحمۃ اللہ علیہ اس غزنوی رُتپ کے حامل جوان کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ کشمیر کی پہاڑیوں میں ایک چھوٹی سی بستی ڈونا پوچی امیر خاں کی قسمت جاگ اٹھی کہ پیر خاں رحمۃ اللہ علیہ خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر خانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک چوٹی پر آکر ٹھہر گئے۔ خود در بے ترتیب جھاڑیاں تھیں۔ جنہیں کاٹ دیا گیا اور یہ قطعہ زمین آنے والی نسلوں کے لئے مرکز ہدایت بنا، تنہائی بھی تھی اور وسائل کی کمی بھی مگر مرشد کریم کے فرمان پر یقین محکم تھا۔ یہ بے آباد چوٹی جاذب نظر بنی اور متلاشیاں ہدایت کے قافلے ادھر کا رخ کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ منتخب قطعہ ارض مرکز عقیدت و صحبت بناء حالات سازگار تھے۔ مخالفت کے طوفان بھی اٹھے صدر کشمیر کو ان نو وارد، مہمان کے خلاف شکایات بھی ملیں، مگر خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پائے ثبات میں لرزش نہ آئی اور آپ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ماکے مصداق ہوئے اور اس جھاڑیوں کے مسکن کو نیریاں شریف کے احترام میں ڈھالنے کا ذریعہ بنے۔ نیریاں شریف کی شہرت قرب و جوار میں ہی نہیں دُور و بعید میں بھی پہنچی اور سالکین راہ طریقت کے گروہ اس جانب رخ کرنے لگے۔ چند سال ہی گزرے تھے کہ یہ نوآباد بستی بڑے

بڑے آستانوں کا سا وقار پانے لگی۔

خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے اس لئے انہوں نے مجددی رنگ کی نمود کی۔ شریعت کی بالادستی اس درگاہ کا طرہ امتیاز رہا۔ یہ آستانہ علم کی ترویج کے لئے بھی دیگر آستانوں کے لئے نمونہ عمل بنا۔ ہر لمحہ اشاعتِ علم کے ساتھ نشرِ حسنات کا اہتمام ہوتا رہا اور یہ تلاش علم جلد ہی ایک جامعہ کی صورت لے گئی۔ یہ آستانوں اور مندوں کے لیے ایک پیغام بھی ہے۔ اور رُخِ مستقیم کی نشاندہی بھی ہے۔ کاش ہر آستانہ، علم کا مرکز بنے۔ اس سے امت مسلمہ کا مستقبل بھی محفوظ ہوگا اور تبلیغ اسلام کی صورت گری بھی ہوگی۔ خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ اب بھی محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی مدظلہ کی متحرک ذات اور ہمہ خیر و جوہر شرق و غرب میں حسنات کا پیغام دے رہا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ آستانہ حبیب کریم ﷺ کی امت کے لئے وسیلہ ظفر بنار ہے۔ آمین

حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ علالت کے بعد 11 اپریل 1975ء بروز جمعہ المبارک اپنے خالقِ حقیقی کی رحمت کے سایوں میں چلے گئے۔ درودِ غم کا ایک ہنگام پاپا ہوا۔ دور دور سے عقیدت مند آخری دیدار کے لئے حاضر ہوئے۔ مرشد کریم کے سجادہ نشین پیر زاہد خاں رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہ آفتاب علم و حکمت نیریاں شریف میں ایک نقشبندی مرکز ہدایت کا بانی بنائیں کر محو خواب ہوا۔

اطمینانِ قلب

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحبِ دامت برکاتہم العالیہ کے ملفوظات ”مفتاح الکفر“ سے انتخاب

بندے کیلئے نجدہ گزاری بہت ضروری ہے۔ سرکیفیت کو سلامت رکھنے کے لئے ذکر جاری رکھیں۔ اور جب پریشانی غالب ہو تو اس کا علاج صرف اللہ کے ذکر سے کریں۔ سارے جہان کی نعمتیں اطمینانِ قلب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہر بیماری میں چیخنا چلانا، درویشوں کے شایانِ شان نہیں سکھ اور چین کے دور کو اگر اللہ تعالیٰ قبولیت کا درجہ دے تو ذکر اللہ سے ہی دیتا ہے۔ ”الا بذكر الله تطمئن القلوب“ مرد ہو یا عورت مومن ہونا شرط ہے۔ اس کے بعد اطمینانِ قلب کے لئے ذکر اللہ کے علاوہ اس جہان میں نہیں ہے۔ جودل، بستوں میں گھرے ہو انہیں مائل الی اللہ کریں۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ آپ کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح ہو بلکہ ضروری یہ ہے۔ کہ انسان محفل میں ہو یا تنہائی میں اس کا دل اپنے مالک سے دور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو خیال کی زبان سے یاد کرنا سب سے بڑا ذکر ہے۔ خیال کی اپنی شان ہے۔ کسی کے ساتھ محبت ہو تو انسان خیال کی زبان سے ہی اس کے ساتھ مخاطب رہتا ہے۔ خیال وہ زبان ہے جو سنی نہیں جاتی۔ حد نہیں لگتی حرف نہیں ہوتے۔ یہ صرف بندے اور رب کے درمیان راز ہے۔ اس زبان کو اللہ پڑھتا ہے۔ نبی جانتے ہیں یا روشن ضمیر لوگ سمجھتے ہیں۔

اس لئے خیال کی زبان سے اللہ کی یاد جاری رکھنا کہ ذکر بھی ہوتا رہے اور ریا کاری بھی نہ ہو۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک تنگ گھاٹی سے گزر رہے تھے۔ وہاں کچھ دیر کیلئے رک کر دوستوں کو اسرارِ الہی کی باتیں سنانے لگے۔ استنہ میں مخالف سمت سے ایک کتا آیا اس نے دائیں بائیں دیکھا دو تین چکر لگائے راستہ نہیں ملا بالآخر وہاں کھڑے ہو کر کچھ آوازیں نکالیں۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں آواز پڑی تو خاموش ہو گئے اور ساتھیوں سے فرمایا۔ کتا راستہ مانگتا ہے۔ ساتھی ایک طرف ہو گئے۔ کتا گزرتے گزرتے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رک کر غرایا چلایا اور کچھ آوازیں نکالیں اور چلا گیا۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں ڈوب

گئے۔ ساتھی جانتے تھے۔ کہ آپ کا شمار ان اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ جو جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتے ہیں۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ حضرت ہمیں اس راز سے آگاہ فرمائیں کہ کتے نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا اس کتے نے مجھے لا جواب کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ بایزید تم اس بات پر فخر نہ کرنا کہ تم انسان ہو اور مجھے حقارت سے نہ دیکھنا کہ میں کتا ہوں۔ یہ خیال رکھنا کہ تیرا اور میرا خدا ایک ہے۔ دوسری بات یہ کہ جس وقت روحوں کی تقسیم ہو رہی تھی۔ تجھے انسان اور مجھے کتا بنایا جا رہا تھا۔ اس وقت تیری کون سی نیکی تیرے کام آئی اور کس جرم کے بدلے میں مجھے کتا بنایا گیا؟

یاد رکھنا یہ ساری تقسیم اس کی اپنی مرضی سے ہے۔ میں اس کی تقسیم پر خوش ہوں تم بھی شکر گزار رہنا کہیں تم سے خطا نہ ہو جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ جتنا قرب دے اتنا ہی ڈرتے رہنا۔ وہ جس قدر نعمتوں سے نوازے اتنا ہی جھکتے رہنا۔ یہ باتیں کتا اس ولی اللہ سے کہہ رہا ہے جس کی محفل میں جنات سبق پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ یہ ہدایت تھی انسان کے لئے۔ کہ مومن جس حال میں بھی ہو اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہے۔ رب کے راضی ہونے کا مطلب غفلت نہیں بلکہ سجدہ ریزی ہے۔ جس کی پیشانی میں سجدے زیادہ ہیں وہ بندہ خدا سے راضی ہے۔

آپ لوگ اللہ کے ذکر کی لطافتیں، نبی پاک ﷺ کی محبت، غلامی، تابعداری اور اس اثر انگیز دلوں کے اندر اتاریں پھر آپ کو جینے کا ایک لطف آئے گا۔ اس راہ میں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ جو محنت کرتے ہیں ان کی مثال گلاب کے اُس خوبصورت پودے والی ہے۔ جس کے سینے پر پھول ہوں نہ بھی توڑے تب بھی قریب والے کو خوشبو آتی رہتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ذکر والے جب غفلوں سے ملیں تو ان کی کیفیات غفلوں کو متاثر کریں۔

فیصل آباد 2014

مفتاح الکفر جلد دوم سے انتخاب

سراج امت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

از: حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب

حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

”آدم میری ذات پر فخر کریں گے اور قیامت کے دن میں اپنی امت کے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے۔ جس نے نعمان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے اس سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔

اسم مبارک:

آپ کا اسم مبارک نعمان بن ثابت، رکنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ یہ وہ مبارک دور ہے جس میں حضور سرور کائنات ﷺ کے جمال جہاں تاب سے جو آنکھیں منور ہو کر شرف صحابیت کے بلند مقام پر سرفراز ہوئیں ابھی اس جہان آپ و گل میں موجود تھیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن مقدس اصحاب رسول ﷺ کی زیارت کی ان میں مدینہ الرسول کے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ۹۸ھ بعمرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۸۷ھ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ ۸۷ھ جیسے اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہیں۔

علماء محدثین کرام فرماتے ہیں کہ۔

”حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے سات صحابہ کرام علیہ الرحمۃ الرضوان جناب انس، جناب عبدالرحمن بن یزید، سہل بن سعد، عبداللہ بن عامر، ابن ابی اوفی، مقداد بن عباسی سے آپ نے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور حدیثیں بیان فرمائیں۔

حافظ ابو عمرو بن عبداللہ علیہ الرحمۃ جیسی عظیم و جلیل شخصیت کا ارشاد یہ ہے۔

”حضرت امام ابو حنیفہ کو حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ (صحابی رسول) کی

زیارت کا شرف حاصل ہے۔“

امام اعظم تابعی ہیں:-

اس بناء پر حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ تابعی ہیں اور آپ کے معاصر علماء و فضلاء میں تابعی ہونے کا شرف صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔ تابعی اسے کہتے ہیں جس نے صحابی رسول ﷺ کی زیارت کی ہو۔ علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

”امام اعظم نے اپنے زمانہ حیات میں بیس صحابہ کرام کو پایا اور سات یا آٹھ صحابہ کرام کی آپ نے زیارت کی اور ان سے حدیث روایت کی۔“

امام اعظم حضور کا معجزہ ہیں:-

شیخ الاسلام علامہ محمد علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”بے شک امام ابو حنیفہ قرآن کے بعد مصطفیٰ ﷺ کے اعظم معجزات سے ہیں۔“

سیدنا امام ابو حنیفہ جامع شریعت و طریقت شخصیت ہیں۔ جلیل القدر اولیاء کرام کی حضرت ابراہیم ادھم، شفیق بلخی، معروف کرخی، بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض، داؤد طائی، عرفا علیہ الرحمۃ اجمعین آپ کی عظمت شان کے معترف ہیں۔

جلیل القدر فقہاء و محدثین آپ کی جلالت شان کے معترف ہیں:-

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ صرف فقہیہ اعظم، مجتہد مطلق تھے۔ بلکہ سید محمد ثین اور امام الحکیمین، استاذ الحکیمین بھی تھے۔ حافظ الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی پیدا ۱۱۸ھ وفات ۱۸۱ھ جن کو تمام اکابرین، محدثین و اجلہ نقادین حدیث نے ثقہ، حجتہ، امام، فقہیہ، عالم، عابد زاہد، سخی، شجاع، صحیح الحدیث، مامون، کثیر الحدیث امام عصرہ الافاق قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”میں نے کوفہ پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا۔ کوفہ میں سب سے بڑھ کر فقہ کا ماہر کون

ہے؟ اس شہر میں سب سے بڑھ کر زاہد کون ہے؟ اس شہر میں سے سے بڑھ کر متقی کون ہے؟ تو

لوگوں نے میرے ان سوالات کے جواب میں کہا:

امام بخاری کے استاد حضرت مکی بن ابراہیم امام بیہقی متوفی ۱۴۰ھ بخیر امام ابو حنیفہ متواتر دس برس تک فقہ وحدیث سنتے رہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

”امام صاحب متقی، زاہد، صادق اور اہل زمانہ میں سے سے زیادہ حافظ حدیث تھے“
 ”ایک ہزار استادان علم حدیث وفقہ سے میں نے علم حاصل کیا۔ مگر اللہ سب سے زیادہ امام ابو حنیفہ کو تقویٰ والا پایا۔“

”کعبہ کے اندر چار اماموں نے پورا قرآن ختم کیا ہے ایک حضرت عثمان بن عفان خلیفہ رسول اللہ ﷺ دوسرے تمیم داری، تیسرے حضرت سعید بن جبیر صحابی رسول ﷺ چوتھے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ

محمد ثکیر حضرت اعش نے امام ابو حنیفہ سے چند مسائل دریافت کئے۔ امام صاحب نے حدیثوں سے جواب دیا تو اس پر حضرت اعش نے فرمایا۔

”اے گروہ فقہاء تم طیب ہو اور ہم لوگ یعنی محدثین عطار کہ راویوں کے نام اور الفاظ پہچانتے ہیں۔ اور آپ لوگ احادیث کے معنی و مفہوم بھی جانتے ہیں۔“

سید العرفاء حضرت ابوعلی وفاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”میں شریعت کا علم حضرت ابوالقاسم نصر آبادی سے انہوں نے حضرت شبلی سے، انہوں نے حضرت سری السقطی سے، انہوں نے حضرت معروف کرخی سے، انہوں نے داؤد طائی سے اور انہوں نے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ سے حاصل کیا۔“

اقبال نگر ساہیوال میں ”مجلہ محی الدین“ کے حصول کیلئے رابطہ فرمائیں۔
 خلیفہ مشتاق احمد علانی صاحب (دارالعلوم محی الدین صدیقیہ)

0306-6928335

از: پیر طریقت صاحبزادہ علامہ محمد معظم الحق معظمی صاحب

آدی جس سے پیار کرتا ہے اللہ اس کو اسی کے ساتھ اس کا جوڑ بنائے گا۔ اس حوالے سے ہم خوش نصیب ہیں ایک بشارتی جملے سے اس کو نوازا دیا اور وہ بشارتی جملہ صرف اس کے لئے نہیں تھا بلکہ قیامت تک آنے والے ہر غلام کے لئے تھا۔ حضور نے فرمایا۔ ”المسرء مع من احب الیہ“ کلیہ بیان فرمادیا کہ آدی جس سے پیار کرتا ہے۔ اللہ اس کو اسی کے ساتھ جمع فرمائے گا۔ اس حوالے سے ہم خوش نصیب ہیں۔ خوش بخت ہیں۔ اور سعادت مند ہیں۔ اعمال میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ نیکیاں زیادہ تعداد میں نصیب نہیں ہو سکتیں، اعمال کے لحاظ سے بہت ساری کمزوریاں انسانی وجود سے سرزد ہو سکتی ہیں لیکن اپنے مشائخ اور اپنے خواجگان کے پیار سے سینے آباد ضرور ہیں۔ پیار نہ ہو تو اپنا کام کاج چھوڑ کے کوئی نہیں آتا۔ اپنی ساری مصروفیات چھوڑ کر اپنے پیار کے آستانے پر آکر ڈیرہ لگا لیتا ہے۔ خوش آمدید کہتے والا یا پروٹوکول دینے والا بھی کوئی نہیں پھر بھی عاجزی کا زیور پہنے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ ترجمہ:- آسمانوں اور زمینوں کی ساری بڑائی اللہ کے لئے خاص ہے۔ اور فرمایا۔ کبریائی میری چادر ہے۔ اللہ کریم کے خزانوں میں ہر نعمت موجود ہے۔ ہر چیز موجود ہے۔ صرف عاجزی ایسی چیز ہے جو اللہ کے ہاں نہیں ہے۔ باقی ہر چیز عاجز ہے۔ عاجزی ہی زیور ہے۔ عاجزی ہی نعمت ہے۔ فرمایا جو بندہ مومن اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ اللہ پاک کو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ یہ بندہ میری بارگاہ میں وہ چیز پیش کر رہا ہے۔ جو میرے خزانے میں نہیں ہے۔

تو اپنے پیار کے آستانے پر آکر ڈیرہ ڈال دیتا ہے۔ یہاں آکر مسجد میں سونا پڑتا ہے۔ بغیر بستر رضائی کے سونا پڑتا ہے۔ لیکن

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ مجھ کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

یہ ایسی پیار کی نشانی ہے کہ آپ ساری سہولتوں کو نہیں دیکھتے وقت بے وقت جوں رہا ہے مزاج کو اچھا لگتا ہے یا نہیں۔ آپ اس بات پر عمل کر رہے ہیں۔ کہ محبوب کی طرف سے جوں رہا ہے وہ بھی محجوب ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ بشارتی جملہ قیامت تک کے لئے فرمادیا کہ جو جس سے پیار کرتا ہے اللہ کریم اس کو اس کی سنگت عطا فرمادیتا ہے۔ اور ان لوگوں کی اللہ کو کتنی لاج ہے اور ان لوگوں کا مقام دربار خدا میں کتنا بلند ہے۔ حضرت علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے گزر رہے تھے۔ تو دیکھا کہ شہر کا کوئی امیر زادہ شراب پینے کی وجہ سے بے ہوش ہو کر زمین پر گرا ہوا تھا۔ کوئی سنبھالنے والا نہیں۔ مٹی میں لت پت، کھیاں بھنبنا رہیں تھیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ رک گئے ٹھنڈا پانی منگوایا۔ اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے دھویا۔ گلے میں میٹھے ٹھنڈے پانی کے چند قطرے پکائے۔ اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور جب حضرت ابراہیم پر نظر پڑی تو شرمندگی کی وجہ سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے کہ میں کہاں امدید کہاں۔ اس بندہ خدا نے میری عزت و تکریم کی ہے آپ نے فرمایا! جو ان شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں میرا تعلق ان سے ہے جن کا مسلک ہے۔ ”المخلوق کلہم عیالی“ یعنی ساری مخلوق میرا اکنبہ ہے۔ تو میں جس کو اپنا محبوب سمجھتا ہوں اس کے کنبے کو بھی محبوب سمجھتا ہوں۔ یہی ادا اللہ کے ہر محبوب بندے نے اپنے زمانے میں روارکھی۔ جہاں جہاں یہ نبو بصیحت منظر موجود رہا۔ جہاں جہاں پیار اور محبت کی خیرات بلا امتیاز ہر ایک کو باطنی والے موجود ہیں وہاں ہم بلا سبب نہیں ہوتے۔ بد امنی فساد کو راستہ نہیں ملا۔

یا بافریدیکی بارگاہ میں جب ایک عقیدت مند نے قینچی تھخہ پیش کی تو آپ نے فرمایا۔ میں تو سوئی کا طر فدار ہوں۔ کیونکہ قینچی کاٹنے کا کام کرتی ہے۔ اور سوئی جوڑنے کا۔ وہ سادہ مرید

دلبرداشتہ ہو کر جانے لگا تو ایک سینئر پیر بھائی حضرت سید بدر الدین اسحاق اس کے پیچھے پیچھے چل دیے اور اس کو فرمایا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ باہر سے سوئی بھی ساتھ لی اور آداب طریقت کے مطابق جب بھی مرشد کو قینچی یا چاقو چھری بطور ہدیہ پیش کی جائے تو ساتھ ہی سوئی بھی پیش کی جائے۔

ادب، پیار عاجزی اور خلوص کی خیرات یہ لوگ بانٹنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ اس امیر زادے کو پکڑ کر گھر تک چھوڑ آئے تو رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ نوجوان ایک قیمتی چمکتا دمکتا تاج سر پر سجائے جنت میں خراماں خراماں ٹہل رہا ہے۔ حیران ہو کر اللہ کریم سے پوچھایا اللہ! اتنا درجہ اس کو کیسے عطا ہوا؟ جواب ملا ابراہیم! تم نے میری رضا کے لیے اس کا منہ دھویا۔ میں نے تیری رضا کے لئے اس کا دل دھو دیا ہے۔

”جو جس سے پیار کرتا ہے اللہ کریم اس کو اس کی سنگت عطا فرمادیتا ہے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں آپ ﷺ نے جب یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ تو صحابہ نے اس کا ایک ہی مطلب لیا اور بغیر کسی تاویل کے تمام امت تک پہنچایا۔ صحابہ فرماتے ہیں۔ کہ اسلام لانے کے بعد جو سب سے زیادہ روحانی خوش نصیب ہوئی وہ رسول اللہ ﷺ کے اس جملے سے ہوئی۔ جب ہم نے اسلام قبول کیا تو اسلام کی برکت سے اللہ نے کفر کی سیاہی کو ہمارے دلوں سے مٹا دیا۔ اللہ نے ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو معاف فرمادیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تو ہم اپنے انجام کے حوالے سے مطمئن ہو گئے اس لیے کہ ہمارے سینوں میں رسول اللہ ﷺ کا پیار چمک رہا ہے۔

ہم سب ایک سواری پر سوار ہو چکے ہیں۔ جس کا نام وقت ہے۔ ہم وقت کے کندھوں پر سوار ہیں اور وقت کی سواری ہمیں قبر کی طرف لے جا رہی ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے علاقہ میں جانا ہوتا تو اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی ایسا دوست مل جائے۔ کوئی راستہ بتانے والا مل جائے۔ جس کی وجہ سے میرا سفر بھی آسان ہو جائے اور جس کی

وجہ سے میرا وہاں رہنا بھی آسان ہو جائے اور جس کام کے لئے وہاں جا رہا ہوں وہ کام بھی آسان ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ سفر پہ جانے سے پہلے رفیق تلاش کرو۔

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے سفر کی پہلی منزل قبر ہے۔ دوسری منزل حشر ہے۔ اور تیسری منزل رسول اللہ ﷺ کی نگاہ عنایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ کریم و رحیم رب نے مجھے تین دعائیں مانگنے کا اختیار دیا ہے۔ ان میں سے دو دعائیں میں نے کر دیں ہیں ایک دعا کو میں نے ذخیرہ کر دیا ہے۔ اُس دن کے لئے جس دن ابراہیم خلیل اللہ بھی ”محمد“ کو سہارے کے طور پر ڈھونڈ رہے ہونگے۔ میں نے اس دن کے لئے اس دعا کو ذخیرہ کر رکھا ہے۔ کہ جب نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے فیصلہ ہوں گے کہ ہم نے کدھر جانا ہے۔ اس لئے جب ہم دنیا میں کسی سفر کے لئے رہنما اور ساتھی ڈھونڈتے ہیں تو کیا ہمیں قبر، حشر اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے جانے کے لئے کسی رہنما، رہبر کی ضرورت نہیں؟ کیوں نہیں بلکہ اس سے کئی گنا بڑی ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس سفر کے لئے کوئی رہنما تلاش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح ارشاد فرمایا ہے کہ
”ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“ اللہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔
ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَى“

اور اس کی تابع داری کرو جو میری بارگاہ میں جھک چکا ہے۔

پہلے حکم فرمایا کہ وسیلہ تلاش کرو پھر جن کو وسیلہ بنانا ہے ان کی نشانیاں بیان فرمائیں؟ فرمایا جس کے پیچھے چل کر مجھ تک پہنچتا ہے۔ کسی کی تابعداری کرنی ہے تو اس کو تلاش کرو جو پہلے میری بارگاہ میں جھک چکا ہو۔ جو پہلے میری بارگاہ سے امید لگا چکا ہو۔ میری محبت اپنے سینے میں اتار چکا ہو۔ جب تم اس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ گے تو اللہ تمہیں اپنا در اور اپنا گھر عطا فرما دے

گا۔ سویا ہوا سوائے ہوئے کو نہیں جگا سکتا۔ چیونٹی اگر چاہے کہ میں بیت اللہ کی زیارت کروں۔ سبز گنبد کے نظاروں سے اپنے دل کو اپنی روح کو معمور کر دو۔ اگر وہ خود چلنا شروع کر دے تو راستے میں ہی ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر اسے یہ شعور آ گیا یا اسے کسی نے یہ شعور دے دیا کہ کبوتر کے بچوں سے لگ جا پھر کوئی دیر نہیں لگے گی۔ نہ کوئی راستے میں رکاوٹ آئے گی۔ نہ ہاتھی کے پاؤں تلے آ کر روندی جائے گی۔ اس نے انتخاب ٹھیک کیا۔ اس نے اپنا رفیق ایسا بنایا ہے۔ جس کو اللہ نے قوت پر واز دی ہے وہ اس کی برکت سے اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ ہم بھی چیونٹیوں کی طرح ہیں۔ اس لیے رفیق تلاش کرتے ہیں ایسا رہنما تلاش کرتے ہیں جو پہلے اپنے رب سے جڑ چکا ہو۔ اپنے رب سے ان کا تعلق مستحکم ہو چکا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا۔ ایمان والوں کو حکم دیا ہے۔ کہ اگر تم خیر چاہتے ہو۔ اپنا ایمان بچانا چاہتے ہو۔ اگر تقویٰ اختیار کرنا چاہتے ہو تو ایک ہی طریقہ ہے کہ جو میرے بچے ہیں ان کے ساتھ جڑ جاؤ۔ کونو امع الصادقین بچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ پھر فرمایا۔

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اگر رحمن کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ توحید پوچھنی ہے تو جنید بغدادی سے پوچھو۔ جب دنیا سے چلے گئے تو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ نے پوچھا جنید میرے لئے کیا لائے ہو؟ جنید بے بڑے ناز سے کہا تھا مولانا! توحید۔ میں نے کسی کو نہیں مانا، کسی کو نہیں جانا سوائے تیرے۔ نام لیتا رہا تو تیرا۔ سچا تو تیری ذات کو سوچا۔ توحید کی دولت لے کر آیا ہوں۔

توحید کے دعوے کرنے والے، توحید کو جاننے والے جنید کو اللہ نے فرمایا۔ وہ دودھ والی بات یاد کرونا۔ جنید کے لئے یہ جواب کافی تھا۔ اسے اور دلائل کی ضرورت نہیں تھی۔ واقعہ یوں تھا کہ ایک دفعہ جنید کے پیٹ میں درد اٹھا۔ ایک بزرگ نے پوچھا حضور یہ درد کیوں ہوا؟ زبان

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی اور تبلیغی مساعی

از: پروفیسر سید مقصود حسین راہی صاحب

اس عالم ناسوت، جہاں تاریکیوں، میں خالق کائنات نے اپنے صوری اور معنوی حسن و جمال اور تزئین و آرائش کے لئے جہاں گل ہائے رنگارنگ کو ظاہری نظروں کے لئے سجایا رکھا ہے۔ وہاں اس صاحب شان صمدیت و ابدیت نے دل کی ہستی کو آباد کرنے اور اسے حسین سے حسین تر اور لذت نیاز و گداز سے آشنا کرنے کے لئے ایسی ہستیاں کو جو مختلف اوقات میں مختلف علاقوں، قبیلوں اور رنگ و نسل ہونے کے باوصف ایسی یک رنگی دے کر کائنات میں پھیلا رکھا ہے۔ کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے۔ یہی ان کے مرد مومن ہونے کے لئے دلیل و پہچان مقرر ہے۔ اذار و ذکر اللہ

شجر ایک ہے شاخیں مختلف ہیں۔ منبع ایک ہے۔ نہریں مختلف ہیں۔ منزل ایک ہے۔ راہیں مختلف ہیں مینا ایک ہے۔ ساغر مختلف ہیں، جلوہ ایک ہے پر تو مختلف ہیں۔

یہ نقشہ بندیت، چشمت، سہروردیت، قادریت ایک ہی چشمہ صافی و دافی کی مختلف نہریں ہی تو ہیں جو اپنے فیض و کرم سے انسانیت کی اجڑی و ویران بستیوں کو نور الہی کی تصویر سے مستنیر کرتی ہوئی شرقاً و غرباً جنوباً و شمالاً چار دنگ عالم میں یوں پھیل گئی ہیں کہ ان کے تلذذ و تلطف سے کوئی بھی محفوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جو جتنا قریب ہوا اسے اتنا ہی فیض ملا۔ جو جتنا دور ہوتا گیا اسی قدر محروم ہو گیا۔ کچھ ایسے ہوئے جو قریب رہ کر بھی نام و مزاد گئے۔ کچھ ایسے بھی ہوئے جو دور رہ کر بھی بامراد کام گار رہے۔ آخر کیوں؟

وجہ بالکل معلوم کہ یہ سب ظرف کی بات ہے۔ جس کا ظرف جیسا تھا اسے ویسا ہی پھل ملا، چٹیل میدان میں بارش کے قطرات وہ رنگ نہیں جھاتے جو نرم، گداز اور اثر پذیر زمین میں جھاتے ہیں۔ قصور قطرات کا نہیں، قصور اس پہاڑی کا ہے جو اثر نہ لے سکے۔ ورنہ قطرات باران نے تو برسنے میں بخل سے کام لیا نہ کسی کنبے اور خاندان اور نسل کی تمیز کی۔ پھولوں نے تو اپنی خوش

بو سے مشام جاں کو معطر کرنا ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی پھولوں میں سے ایک پھول غوث زماں قطب دوراں، خواجہ خواجگان قبلہ عالم حضرت پیر غلام محی الدین غزنوی ثم نیروی قدس سرہ العزیز کی ذات والا صفات بابرکات ہے۔ جنہوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ یا حق میں یوں گزار دیا کہ خود غلام محی الدین ہوتے ہوئے محی الدین ہو گئے۔ والدین کریمین نے جب عہد طفلی ناموں کے انتخاب پر غور کیا ہوگا تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ ملاء اعلیٰ میں اس عظیم و خیر خدا نے کائنات میں پہلے ہی اعلان کر دیا ہوگا کہ جس ہستی کے نام کے متلاشی ہوا سے اسم با مسمیٰ ہونا چاہیے۔ محی الدین یعنی دین کو زندہ کرنے والا۔ یہ نظر تعمق اگر دیکھا جائے تو بلا شک و ریب حضور قبلہ عالم نے اپنے فیض حق ترجمان سے اک عالم مستفیض فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانه بخشد خدائے بخشندہ

دین حق کی سر بلندی اور سرفرازی کے لئے جو کچھ راہ حق میں کرنا پڑتا ہے۔ وہ سب حضور اعلیٰ سرکار نیروی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کئے معلوم نہیں کہ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے۔ جہاں بچپن اور لڑکپن گزارتا ہے۔ اس جگہ کے پھول تو پھول کانٹے بھی بدل و جان عزیز و پیارے ہوا کرتے ہیں۔ تادم واپسی وہاں کی یادیں قلب و ذہن میں انگڑائیاں لیتی رہی ہیں۔ مگر حضور قبلہ عالم سرکار نیروی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقت کی سنگلاخ اور پر بار وادی میں قدم رکھتے ہی وطن کی یاد سینے میں رکھتے ہوئے بھی وطن کی محبت کو طریقت و شریعت کی راہوں میں رکاوٹ نہ بننے دیا اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت اور اطاعت میں شب و روز یوں گزار دیے کہ جب اس بھٹی سے نکلے تو خام سے کنڈن بن چکے تھے۔ تا آن کہ مسند غوثیت پر سرفراز ہوئے۔

دوسرا مرحلہ اپنے والدین، خویش و اقارب اور اہالی و موالی سے دوری اور یاد کا تھا۔ بسا اوقات انسان ایک کام کرنا چاہتا ہے۔ مگر اپنوں سے بعد کا تصور ذہن میں جاگزیں ہوتے ہی انسان اس کام سے رک جاتا ہے۔ مگر یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ آپ علیہ الرحمۃ کو جس عظیم مشن کو

انجام دہی کے لئے تیار کیا جا رہا تھا اس کے جملہ تقاضوں کے پیش نظر آپ کو شدید ترین آزمائش سے گزار کر وہ سوز و گداز بہم پہنچایا جا رہا تھا۔ جس سوز و گداز سے نہ صرف ایک دو ملک بلکہ پورا عالم اسلام تو کیا یورپ و افریقہ تک کو فیض پہنچانا مطلوب تھا۔ یہ کوئی محض قصہ کہانی یا محض عقیدت کی بھول بھلیاں نہیں ہیں بلکہ کائنات اور خود خالق کائنات اس بات پر شاہد عادل ہے۔ کہ آپ کے عقیدت مندوں خلفاء و مریدین نے مسیٰ بھرے ساغروں سے خوب خوب متبع ہو کر ساری کائنات کو اس وقت اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہوا۔ اور پھر دنیا حضرت خواجہ عالم قبلہ سرکار نیروی رحمۃ اللہ علیہ کے اس چشمہ فیض و فیض رساں سے جس ہستی نے بجا طور پر خواہی کر کے لولوئے معرفت سمیٹنے ہوئے پوری کائنات میں فیض عالم و عرفاں بکھیرا وہ محدومی و کمری الشیوخ حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی و قار ہے۔ جنہوں نے حضور قبلہ عالم کے مشن کو اس قدر آگے بڑھا دیا اور مسلسل بڑھے جا رہا ہے۔ کہ جس کی نظیر عہد حاضر میں عفا ہے۔

کیوں نہ ہو؟ باپ محی الدین ہو اور بیٹا علاؤ الدین ہو، باپ دین کو حیات نو بخشنے والا تو بیٹا اس کو خون جگر دے کر یوں پروان چڑھائے کہ اہل دانش و بینش انگشت بدنداں رہ جائیں۔ محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف اپنے حسن صوری و معنوی سے وارفتگان دین مصطفویٰ اور عشاقان راہ طریقت کو بزبان حال پکار پکار کر اس امر کی دعوت دے رہی ہے کہ مجھے اس خارزار پہاڑی پر کسی کی نگاہ جلوہ طراز اور قدم رنجبر فرمائی۔ نے یہ شرف بخشا ہے۔ وہ سابق جو بظاہر خوابیدہ ہے۔ مگر حقیقتاً ایسا جاگتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں مل کر جاگتے ہوئے بھی اس سوئے ہوئے کے نقش کف پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

حضور قبلہ عالم ان نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جنہیں نص قطعی کی زبان میں ولی اللہ کہا جاتا ہے۔

”حضور قبلہ عالم اسی منصب جلیلہ پر فائز المرام رہے جہاں اللہ کریم نے ظلمات ظاہری و باطنی سے نکال کر ظاہری و باطنی نورانیت سے آراستہ پیراستہ کیا۔ آپ کی دینی، روحانی، ایمانی و

ایقانی تبلیغی خدمات کا احاطہ مجھ مشت غبار خاک کف پائے قبلہ عالم کے لئے بہر صورت ممکن نہیں۔

کہاں ہیں کہاں ذات سرکار عالی

میں ذرے سے کم تر وہ باغوں کا دانی

تبلیغ دین اس بات کی متقاضی ہے کہ جو بات کہی جائے وہ کر کے دکھائی جائے اور اس پہ کئے جانے کی مداومت و استقامت ہو یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کی ہر ہر ادا ہر ہر لفظ اور ہر ہر سانس تبلیغ دین کا کام کرتی ہے۔ روحانیت سے خالی تبلیغ شاید تھیوری ہو۔ لیکن Practical نہیں ہوا کرتی اور جس طرح ظاہری امتحانات میں تھیوری کے ساتھ عملی امتحان کا پاس کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام تھیوری کی طرف اشارہ کر کے عملی زندگی میں تربیت کر کے لوگوں کو اس قابل بنادیتے ہیں۔ کہ ان کے آئینے میں خدا نظر آنے لگتا ہے۔

اگر کوئی شعیب آئے میر

شانی سے کلیسی دو قدم ہے

اور عملی امتحان سے پاس ہو کر جب بساط حیات سمیٹ کر علماء اجل کو لبیک کہہ رہے ہوتے ہیں۔ تو اللہ جل مجدہ الکریم کی طرف سے یہ مژدہ جانفزا سماعت نواز ہوتا ہے۔ کہ یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة۔ علامہ اقبال نے شاید اسی منظر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ لوگ اور نگ جہاں بانی پہ تھوکتے تک نہیں۔ اور نگ جہاں بنی کی ایسی منزل پہ فائز المرام ہوتے ہیں۔ کہ نظر اٹھتی ہے۔ تو سامنے لوح محفوظ ہوتا ہے۔ آنکھ بند کرتے ہیں۔ تو جلوہ ہائے ایزدی کے تلاطم خیز انوار و تجلیات رقصاں ہوتے ہیں۔ زمین ان کی ہیبت کے سامنے مہبوت اور آسمان پر سکوت اور فضا ساکت ہوتی ہے۔ ان کے دربار گنج بخش و فیض باز اور متلاشیان راہ

حقیقت کے لئے نشان منزل کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم نے شیخ کی محبت و خدمت پر کسی اور محبت کو غالب نہ ہونے دیا۔ چونکہ داعی الی الحق کے لئے پہلی منزل شیخ کامل تک رسائی اور فانی الشیخ ہونا ہوتا ہے۔ کیونکہ

بیر کامل صورت ظل الہ
یعنی دید بیر دید کبریا

چوں گرفتگی بیر ہن تسلیم شو
ہچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

بارہ سال سے بھی زائد عرصہ تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت کا حق ادا کرنا واقعی ایک عظیم کارنامہ نہیں تو اور کیا ہے۔ حضور قبلہ عالم نے برضا و رغبت اس منزل کو عبور کیا۔ پھر محبت رسول اللہ ﷺ کی بوٹی اپنے سینے میں ایسی بسائی کہ جو اس سینہ بے کینہ نور الہی کے خزینہ سے جاملاؤں شہوار ہو گیا۔

گر تو سنگ خارہ و مر مر شوی
چوں بصاحب دل ری گوہر شوی

کے معلوم نہیں کہ پوری کائنات میں بالخصوص برصغیر ہندو پاک میں اسلامی کی اشاعت کا اولین کام بجا طور پر اہل اللہ نے کیا۔

سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدان، سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، معین الدین چشتی اجمیری، شمس الدین سیالوی، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، خواجہ بابا قاسم موہڑوی وغیرہ علیہم الرحمۃ ویتکلموں دوسرے اکابر اولیاء کرام اس سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ اپنے اپنے ادوار میں جہاں جہاں اور جس جس طرح کی ضرورت تھی۔ ان اہل اللہ نے نہایت بالغ نظری سے اور اپنے قول و عمل سے لوگوں کو معرفت الہیہ کے جام نوش کروائے۔ حضور قبلہ عالم نے اپنے مرشد کے کہنے پر

جس دور میں نیریاں شریف میں قدم رکھا ہوگا۔ انداز کیجئے کہ کتنا بھیا تک منظر ہوگا۔ ویرانہ ہی ویرانہ دور دور دور تک آبادی کا کوئی نام و نشان نہیں سڑکیں تو سڑکیں عام راستے بھی یہاں مفقود کہ جب آبادی ہی نہیں۔ تو راستے کیسے، ہر چہ اطراف میں ایک ”ہو“ کا عالم، سناٹا، درندے منہ پھاڑے غذائے لذیذ کی جستجو میں بیاباں نور دی میں مصروف، خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں، نہ کوئی سگی نہ ساتھی نہ مونس نہ غمخوار۔ مگر حکم مرشد ہے۔ محبت رسول ہے۔ پاس فرانا خداوندی ہے کہ ولا تھنوا ولا تحزنوا فانتہم الا علون ان کنتم مومنین پھر یہ بھی کہ

والذین جاہدوا فینا لنھدینھم سبلنا ان اللہ لمع المحسنین۔
مجھے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات واقعات پڑھ کر سن کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ بالکل ویسے ہی حالات تھے۔ کہ جب جناب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے وادی غیر ذی زرع میں اپنے معصوم لخت جگر اور زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو تنہا و یکہ چھوڑ دیا تھا بعینہ جب حضور سرکار اعلیٰ نیروی رحمۃ اللہ علیہ کو نیریاں شریف میں بٹھایا جا رہا تھا۔ تو حضور قبلہ عالم آزمائش کی واردات سے گزر رہے تھے۔ اور پیچھے حضرت بابا صاحب موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست دعا بلند تھا۔ اور نیریاں شریف کا بھیا تک جنگل بقعہ نور بنتا چلا گیا۔ اور یہ نور اس قدر فروزاں ہوا کہ آج اس کی ضوفشانی پوری دنیا کو اپنے دامن کشش میں لئے ہوئے ہیں۔

حضور قبلہ عالم نے روایتی انداز میں گلہ پھاڑ پھاڑ کر تبلیغ نہیں کی۔ پرنا لوں کا کام شور شرابہ ہے۔ سمندر نہایت پرسکون ہوتا ہے۔ اپنے دامن میں کائنات کی اشیاء سموئے رکھتا ہے۔ حضور قبلہ عالم کی مثال ایک سمندر کی طرح ہے۔ نہایت سکوت، پیار، محبت، مودت، مروت، مونسیت، سپہ کی تیغ بازی سے نہیں بلکہ نگہ کی تیغ بازی سے ایسا کام کیا کہ جس پتھر دل پر نگاہ ڈالی کنند بنادیا۔ جس کبیدہ خاطر کو سینے سے لگایا راحتیں اور مسرتیں اس کے دامن میں سمٹ آئیں۔ گمراہ پہ نظر ڈالی تو راہ حقیقت کا راہی بنادیا۔ راہی پہ نظر کی تو رہنما بنادیا۔ بھولے بھٹکوں کو دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ کر دیا۔ آج اس جنگل میں منگل ہو گیا۔ دینی و دنیوی علم ہم آہنگ ہو گئے۔

نور و عرفان کی قدلیں روشن ہو گئیں۔ گھٹا ٹوپ اندھیروں کے بادل چھٹ گئے۔ جہاں ہوکا عالم ہے۔ حضور قبلہ عالم کی تیغ قلوب و خواطر کی تطہیر تھی۔ گفتگو دل پذیر و اثر آفرین تھی کیوں کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

آقائی جلائی و ماوائی حضور قبلہ عالم کی ذات فرد نہیں انجمن تھی۔ کشمیر، پاکستان، افغانستان، ایران اور پوری دنیا میں کون سی جگہ ہے۔ جہاں آپ کے مریدین و متوسلین اشاعت دین کے کام انجام نہیں دے رہے ہیں۔

دیگر اولیاء کرام کی طرح آپ بھی قنوجانی جنوبہم عن المضاجع کا عملی نمونہ تھے۔ پاس ادا کی فراموش دیکھئے کہ پوری زندگی کی کوئی نماز قضا نہیں سفر و حضر میں صرف دو تین گھنٹے استراحت فرماتے۔

پوری پوری رات تسبیح و تہلیل و دعا مناجات میں گزر جاتی۔ جذب و کیف و مستی کی عجب بہار دیکھنے میں آتی کہ کئی کئی گھنٹے ماسوا سے بیگانہ استغراقی حالت میں غلطیاں و پچپان نہایت فصاحت و بلاغت سے ایسی روحانی گفتگو فرماتے کہ ادھر دل سے نکلی ادھر دل میں جا اتری۔ راقم کو حضور قبلہ عالم سے شرف بیعت بھی حاصل ہے۔ جسے اپنی زندگی کا متاع گراں بہا تصور کرتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جس مسئلہ پر خیال پیدا ہوا۔ حضور اعلیٰ کی مجلس میں گئے تو اسی پر گفتگو ہونے لگی۔ نگاہ لوح محفوظ ہوتی۔ آنکھیں شراب معرفت سے معمور ہوتیں مجھے ایسے میں جلال الدین عارف رومی کی عملی تفسیر حضور اعلیٰ سرکارِ نبی و کی ذات میں نظر آتی۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

الغرض حضور قبلہ عالم نے ذکر و فکر، نگہ کی تیغ بازی، آہ سحر گاہی و سحر خیزی، سوز و ساز، فیضانِ نظر، نیاز نالہ ہائے نیم شب باشی سے کام لے کر اپنے متعلقین و متوسلین کی ایسی تربیت کی کہ گویا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو میجا کر دیا

دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کے ما حاصل حضرت علامہ شیخ الشیوخ قبلہ پیر علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ جو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو چار چاند لگاتے ہوئے بہت آگے لے گئے ہیں اور بہت آگے لے جانے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں۔ یقیناً محی الدین اور علاؤ الدین کے اسماء گرامی کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

”مجلہ محی الدین“ حاصل کرنے کے لئے رابطہ

0345-7568633 راؤ آصف صدیقی صاحب چیچہ وطنی

0301-3520559 محمد رضا نقشبندی صاحب ٹنڈو جام سندھ

آپ بھی ”مجلہ محی الدین“ خرید کر تقسیم فرمائیں۔

اور اشاعت علم میں اپنا کردار ادا فرمائیں۔

رابطہ کیلئے: 0321-7611417

مذہبی خطباء خطابت سے زیادہ خطبات پر توجہ دیں

از: ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب

یکسانیت سے نفرت و بے زاری اور تغیر و تبدل میں کشش و جاذبیت، تقاضائے فطرت ہے۔ اور یہ تقاضائے فطرت کسی ایک جہت تک محدود نہیں۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے مترشح ہے۔ لباس، مکانات، طعام، آرائش و زیبائش اور زبان و بیان، غرضیکہ شعبائے حیات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں سے دونوں تک یکسانیت گوارا کر لی جاتی ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آئے دن ہم نئے لباس، انواع و اقسام کے طعام بہتر سے بہتر مکانات، عمدہ سے عمدہ آرائش و زیبائش کی طرف تیزی سے لپکتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ بعد یہی چیزیں جو کبھی نہایت ہی پرکشش اور جاذب نظر تھیں۔ غیر اہم ہو کر قصہ پارینہ بن جاتی ہے۔ ٹھیک یہی حال زبان و بیان کا بھی ہے۔ مثال کے طور پر عربی زبان کو لے لیجئے۔ صحیح تعلقات، مقامات حریری اور دوسرے قدیم علمائے شعر و ادب کی نگارشات پر ایک سرسری نگاہ ڈالیے اور پھر پورے امعان نظر کے ساتھ مفاہم و مطالب تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ شروعات کی مدد کے بغیر صرف ذاتی محنت شاقہ سے چند گھنٹوں میں ایک صفحہ بھی پورے طور پر سمجھنا آسان نہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح انگریزی ادب کے مشہور و معروف مصنف شیکسپیر کے ڈرامے پڑھنے کی کوشش کیجئے۔ اسلوب بیان کی پیچیدگی، سخت الفاظ اور مشکل تعبیرات بہت جلد کتاب الماری میں واپس رکھنے پر مجبور کر دیں گی۔

بہر کیف، میرے تمہید بیان سے یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ زبان و بیان کے حوالے سے حالات خاصے بدل گئے ہیں اور معیار حسن و قبح بھی، کسی بھی زمانے میں سخت الفاظ، مشکل تعبیرات اور پیچیدہ عبارات کے آئینے میں شعر و ادب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاتا تھا اور اب آسان اسلوب بیان میں اپنی بات پہنچا دینے میں مہارت نامہ رکھنے والوں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کسی زمانے میں لچھے دار جملے، تک بندی اور مشکل الفاظ استعمال کرنے والے خطباء بڑے قابل سمجھے جاتے تھے اور اب سیدھے سادھے جملوں میں گفتگو

کرنے والوں کی تحسین و پذیرائی ہو رہی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ دوسرے شعبائے حیات کے ماہرین نے دور جدید کے تقاضے کے پیش نظر طریقہ خطابت میں تبدیلی کر لی ہیں۔ تاہم مذہبی دنیا کے خطباء کا ایک بڑا طبقہ اب تک پرانے ڈھرے پر رواں دواں ہیں۔ وہ اب تک پرکشش الفاظ کے زیر و بم سے ہی سامعین کو محفوظ کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں خیال رہے کہ میں پرانے طریقہ خطابت کی مذمت نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ دعائے سخن صرف اس قدر اسلوب بیان دور میں نہایت ہی درست تھا۔ کہ وہی تقاضائے وقت بھی تھا۔ اُس دور میں سادہ لب و لہجہ میں بات کی جاتی۔ تو شاید لوگ مذہبی تحریک سے متاثر ہی نہیں ہوتے۔ لیکن اب جبکہ حالات بدل گئے اور لوگ سہل پسندی کی جانب مائل ہو رہے ہیں۔ پھر بھی اسی پرانے اسلوب خطابت سے چٹے رہنا کسی طور تقاضائے دانشمندی نہیں ہے۔ اچھا پھر خیال رہے کہ میں یہ بات دور جدید سے مرعوبیت کے نتیجے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ بلکہ غیر جانبداری کے ساتھ دیکھتے تو یہی طریقہ زیادہ مفید بھی ہے۔ وہ اس طرح کہ خطابت سے مقصود یہی تو ہے تاکہ پیغام دوسروں تک پہنچ جائے اور لوگ اپنے عقائد و اعمال صالحہ کی اصلاح کر لیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ مقصود خطابت، پیغام رسانی ہے اور کوئی شک نہیں کہ عہد جدید میں گونا گوں مصروفیات نے لوگوں کو سہل پسندی کی طرف مائل کر دیا ہے اور لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ معلومات تک پہنچ سکیں۔ ایسے حالات میں مذہبی محافل اور جلسوں میں خطباء سخت اسلوب بیان اپنائے رہیں گے۔ تو لوگ کما حقہ مفاہم سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ اس طرح مقصود خطابت فوت ہونے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ ویسے تو پورے سال ہمارے یہاں دینی جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم شعبان المکرم کا مہینہ عمومی طور پر مدارس اسلامیہ میں تعلیمی سال کا آخری مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ جس میں طلبہ کے درمیان تقسیم اسناد اور انہیں دستار فضیلت سے نوازنے کے لئے کثرت سے دینی جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ اس ہر مسرت موقع پر مجھے ہوئے خطبائے اسلام بھی مدعو کئے جاتے ہیں۔ جو اپنے ولولہ انگیز خطابات سے مسلمانوں کی رگوں

میں دینی حمیت بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز شعبان المکرم کے بعد رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں بھی وعظ و نصیحت کی محفلیں کثرت سے سجائی جاتی ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دعوت و اصلاح کے لئے آنے والے بہترین موقع کے بہتر استعمال کی طرف توجہ دے دی جائے تو مجھے یقین ہے کہ توقع سے کہیں زیادہ اچھے نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔

بطور مثال سنتے چلے۔ دس سال قبل میں پہلی بار صوبہ فلوریڈا کے شہر ٹمپا حاضر ہوا تھا۔ میرے احباب نے ایک دینی سنٹر میں میرے ٹھہرنے کا اہتمام کیا۔ دوران قیام ایک دن سید شاہد صاحب نے اپنے صاحبزادے کو میرے پاس دن بھر کے لئے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ وہ میری خدمت کرے گا۔ وہ بچہ میرے قریب بیٹھے بیٹھے اکتاہٹ محسوس کرنے لگا۔ تو میں نے کہا لو یہ ہندوستان کے ایک بہت ہی مشہور و معروف عالم دین کی تقریر کی کیسٹ ہے۔ اسے ٹیپ ریکارڈر میں لگا کر سنو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ معمول کے مطابق عربی خطبہ، تحت اللفظ میں نعتیہ اشعار اور پھر آہستہ لب و لہجے میں تقریر شروع ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ بچہ نہایت ہی دلچسپی کے ساتھ خطاب سے محضوظ ہو رہا ہے کہ اتنے میں انداز مخاطب تبدیل ہونے لگا اور متذکرہ مقرر صاحب نہایت ہی تیز آواز میں چیخنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ بچہ کی پیشانی پر ناگواری کے اثرات صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔ تو وہ کہنے لگا کہ "Why is he getting mad?" یعنی یہ غصہ کس بات پر ہو رہا ہے؟ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ اپنے طور پر کسی طرح اسے سمجھانے کی کوشش کی اور بات ختم ہو گئی۔ تاہم اب غور کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے۔

کہ یہ ایک استثنائی حالت نہیں ہے۔ بلکہ بچہ کے رد عمل کی صورت میں عوامی احساسات کی بہترین ترجمانی ہے۔

جان کی امان ملے تو عرض کروں کہ ٹھیک اسی طرح، بے ہنگم مثالیں، فریق مخالف کے حوالے سے رکیک جملے اور بازاری لب و لہجے بھی دینی محافل کی تقدس آبی متاثر ہوتی ہے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ دوران خطاب کبھی کبھی ہنسی سامعین کی توجہ میں اضافہ کا باعث بن سکتی ہے۔

تاہم ماحول اس قدر بگڑ جاتا ہے۔ کہ اچھی سے اچھی شجیدہ، مفید اور قابل غور باتیں بھی عوامی دلچسپی اپنی جانب مبذول کرانے میں ناکام رہتی ہیں۔ فرصت کے لمحات میسر آئیں تو غور کیجئے گا کہ ہزاروں روپے، شبانہ روز کی جدوجہد اور انتھک محنت سے سجائی گئی دینی محفلوں کے یہ بھیا تک نتائج اور افسوسناک انجام کسی مرحلے میں بھی مناسب ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو پھر انعقاد اجلاس کے پروگرام مرتب کرنے سے قبل، مقاصد اجلاس طے کیجئے۔ اور اسے کما حقہ حاصل کرنے کے لئے مہمان خطباء سے لے کر، نعت گو شعراء اور مقامات اجلاس کی تعین تک، ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی کوشش کیجئے۔ مجھے امید ہی نہیں۔ بلکہ یقین کامل ہے۔ کہ نہ صرف آپ کی تنگ و دو بار آور ثابت ہوگی۔ بلکہ توشہ آخرت میں بھی بیش بہا اضافہ ہو جائے گا۔ صاحبو! یہ خدشہ بھی اپنی جگہ ہے۔ کہ پرانے خیالات کے احباب سادہ اسلوب بیان کی حوصلہ افزائی نہ کریں اور موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی ان کے نزدیک معیار پسندیدگی وہی رہے۔ ایسی صورت حال میں ہمیں چاہیے کہ انہیں اس بات پر قائل کریں کہ وہ بے شک اپنے ذوق طبع کی تسکین کے لئے کوئی گھریلو اور ذاتی محفلیں سجالیں۔ تاہم عوامی تقریبات میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک فائدہ پہنچانے کے لیے سادہ اسلوب بیان کو ترجیح دیں۔ اس طرح دونوں اسالیب کسی نہ کسی طور زندہ بھی رہیں گے۔ اور کاروان دعوت اصلاح پورے جوش و ولولے کے ساتھ آگے بڑھتا رہے گا۔

محترم المقام جناب بریگیڈیئر محمد طارق صدیقی صاحب
کو مرشد کریم کا مختصر اجمالی تعارف شائع کرنے پر
مبارک بار پیش کرتے ہیں۔

خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد



الْأَبْكَرُ لِلَّهِ تَحْمِلُ الْقُلُوبُ

سُن لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے



مركزى اجماع محمد رضى الدين

سَدِ ہارِ جہنم سے روڈ فیصلہ آباد ہیں

سرچشمہ اسلام آباد

محمد عبد اللہ اور صرف صیدی

پروگرام

اعمال تقویٰ 12:15 ہے
 نماز بخود ادا نہ کی
 بعد نماز مستحکم نماز گاہ
 علاقہ ذکر، صلوة و سلام
 دعا، التضرع، التوسل

خوان پاپا رڈ انتظام

الدَّاعِي إِلَى الْخَيْرِ

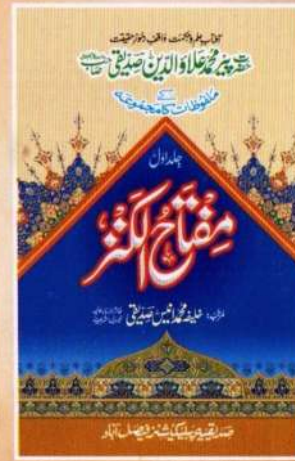
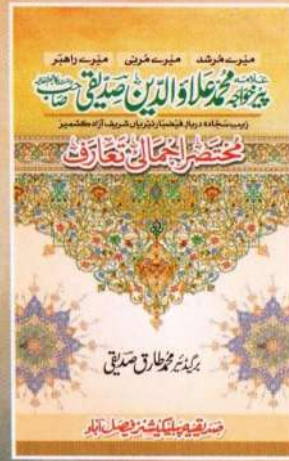
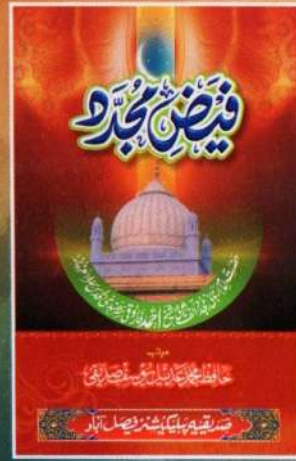
مقام محی الدین طریقت انٹرنیشنل فیصل آباد

0312-9658338 , 0300-9654311
0345-7796179 , 0323-6623024

ارمغانِ عقیدت

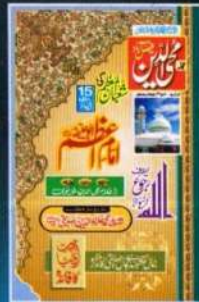
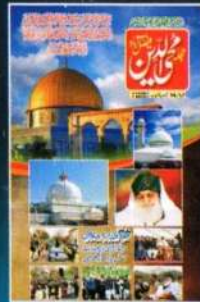
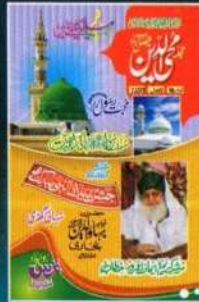
از: مولانا قمریزدانی: پخوانہ (سیالکوٹ)

بندہ رب العلیٰ خواجہ محی الدین ہیں
عاشقِ خیر الوریٰ خواجہ محی الدین ہیں
جانِ تسلیم و رضا خواجہ محی الدین ہیں
نازشِ اہلِ ولا خواجہ محی الدین ہیں
مقتدائے اصفیاء خواجہ محی الدین ہیں
پیشوائے اولیاء خواجہ محی الدین ہیں
پرتوِ غوث الوریٰ خواجہ محی الدین ہیں
سالکِ راہِ صفا خواجہ محی الدین ہیں
سرگروہِ اتقیاء خواجہ محی الدین ہیں
افتخارِ اصفیاء خواجہ محی الدین ہیں
جن کا کردار مقدس آپ ہے اپنی مثال
دینِ حق کے راہ نما خواجہ محی الدین ہیں
مرقدِ انور ہے جن کی مرجعِ اہلِ نظر
خوگرِ فیض و عطا خواجہ محی الدین ہیں
نیریاں کا ذرہ ذرہ ہے مثالِ ماہتاب
آفتابِ حق نما خواجہ محی الدین ہیں
جس سے تابندہ حریمِ نقشبندیت ہوئی
وہ ہی شمعِ انتقاء خواجہ محی الدین ہیں
جن کے در کا ایک ادنیٰ سا بھکاری ہے قمر
ہاں وہ قلبِ الا ولیاء خواجہ محی الدین ہیں
گمراہانِ حق بھی جن سے ہو گئے منزلِ شناس
ناشر دینِ ہدیٰ خواجہ محی الدین ہیں س



نورِ قرآن و حدیث سے منور ہونے کیلئے، تصوف کے اسرار و رموز سے آشنائی کیلئے
سیرت کی تعمیر، قلوب کی تطہیر، اعمال کی درستگی، عقائد کی پختگی کیلئے
مرشدِ کریم **محمد بن محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب** کا بڑا ہوا
کے علمی و روحانی خطبات سے اکتسابِ فیض کیلئے
کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو تحفہ بھی دیں

مجلد محمد بن محمد علاؤ الدین



برائے رابطہ
صدر لقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

0321-7611417